

شاہ اسماعیل شہید

پورا نام ————— شاہ محمد اسماعیل

والد کا نام ————— شاہ عبدالغنی

مقام پیدائش ————— دھلی

تاریخ پیدائش ————— ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ مطابق ۲۶ اپریل ۱۷۷۹ء

آپ کا والد الشہد محمد دھلی کے پوتے تھے گویا اس خاندان سے تعلق تھا جو علم و فضل کا سرچشمہ تھا۔

چنانچہ تعلیم کی ابتدا گھر سے ہی ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ دس برس کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تو فاضل اور بزرگ چچا شاہ عبدالقادر دھلی نے آغوشِ محبت میں لے لیا۔ انہی سے دینی علوم حاصل کیے۔ ۱۵-۱۶ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ ابتدا سے انتہائی ذہین، زود فہم اور سیم الطبع تھے۔ ان کی ذہانت کی دھوم مٹی۔ آپ کو تاریخ اور جغرافیہ کے علوم سے خصوصی دلچسپی تھی۔

شاہ صاحب کو فنونِ جنگ سے بھی بہت لگاؤ تھا۔ گھوڑے کی سواری کی بہت مشق پیدا کی تھی۔ بوٹ، پٹے بازی، تیراکی جو اس وقت بھی عام کے درجے سے کم تر کام سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے محنت اور ذوق و شوق سے سیکھے۔ گولی چلانے کی اتنی استعداد پیدا کی کہ چھوٹے چھوٹے پرندوں تک کو گولی سے گرایا کرتے تھے۔ جھلسی دھوپ اور کڑکتے جاڑوں کی برداشت کی قوت پر ہم مشق سے ذرا ہم کی۔

عمر اور علم کی پہنچ کے ساتھ ہی تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا جن کا مقصد مسلمان معاشرے کو جو شرک و بدعات اور رسوم و رواج جاہلانہ کا مرقع بنا ہوا تھا۔ اصلاح کی دعوت دینا تھا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے وہ سب لوگ جو اعتدال کی راہ سے ہٹ کر اپنے اپنے اڈوں پر اپنے مخصوص طرزِ فکر اور معتقدات کا جال بچھا کر جاہل مسلمانوں کو لوٹ کھسوٹ رہے تھے۔ بچے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ طرح

طرح کے شورٹے چھوڑے جاتے اور سوالات اٹھائے جاتے لیکن شاہ صاحب توحید کی طرف بے لاگ دعوت دیتے رہے اور جاہلانہ سوالات کے بھی نہایت حکمت سے جواب دے کر دلوں کے کانٹے نکالتے رہے اس لئے کہ فہم دین اور علم دین میں ان کی ٹنگر کا کوئی آدمی نہ تھا اور انسان جب حق کی طرف بلارہا ہو تو خود حق اتنی بڑی قوت اور رعیت ہوتا ہے کہ اس کے مقابلے میں دوسرے ٹھہر نہیں سکتے جس طرح لوہے کی تلوار کا مقابلہ سیسے کی سداخ سے ممکن نہیں۔ اسی طرح بے غرضی کا مقابلہ خود غرضی سے اور اخلاص کا مقابلہ ریاکاری سے کرنا ممکن نہیں ہے جس جہم میں اخلاص کا جوہر ہوا سے کوئی تلوار کاٹ نہیں سکتی۔

ایک غیر شعوری کیفیت کے تحت شاہ صاحب اپنے آپ کو ایک ایسی تحریک کے لئے تیار کر رہے تھے جو دماغی اور جہانی صلاحیتیں دونوں ان سے طلب کرنے والی تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ علماء کے خاندان میں پیدا ہو کر انہیں سپاہ گری کا شوق کیوں تھا اور آرام کے مقابلے میں مشقت کیوں عزیز نہ تھی۔ لیکن ان کا وجدان ان سے جس چیز کا مطالبہ کرتا رہا۔ وہ اس کی تیاری میں مصروف رہے وہ ایک عظیم دینی تحریک کے ساتھ ملکر اس کا دل و دماغ بننے والے تھے۔

اسی دوران میں انہوں نے پنجاب کا سفر کیا۔ پنجاب سے سکھوں کے مظالم کی داستانیں چھن چھن کر آرہی تھیں۔ وہاں مسلمان اکثریت پر سکھوں کی ایک سفاک جمعیت حاوی ہو گئی تھی جس نے لوٹ مار اور ظلم و ستم کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ شاہ صاحب بچشم خود ان حالات کا جائزہ لینا چاہتے تھے جن حالات میں مظلوم مسلمان مردوں اور عورتوں اور بچوں کی امداد کے لئے جہاد کی تلوار اٹھانا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مرزا حیرت دہلوی کی روایت کے مطابق انہوں نے پورے پنجاب کا دورہ کیا اور مسلمانوں کی بے بسی اور سکھوں کے مظالم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اسی وقت سے ان کے دل میں جہاد کا جذبہ بھڑکنے لگا تھا اور انہوں نے محسوس کیا تھا کہ آغاز کار کے لئے امداد کے سب سے پہلے مستحق یہ پنجاب کے مظلوم مسلمان ہی تھے جس طرح غیر حق میں سب سے پہلے تلوار کے مستحق یہ ظالم سکھ ہی تھے۔

واپسی پر انہوں نے اور مولانا عبدالحی صاحب نے سید احمد شہید کی بیعت کر لی۔ اس لئے کہ انہوں نے دیکھ لیا کہ جس مجاہدانہ اضطراب میں وہ مبتلا تھے۔ اس پر اضطراب سفر کے لئے اس منزل کا رہنما یہی شخص تھا۔ یہ پہلے وہ ساتھی تھے جو سید احمد شہید کو میسر آئے اور یہ اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جو مسلمانوں کے اندر علم دین کی پہاڑی کے چراغ تھے۔ ان کی رفاقت نے اس پیری اور

مریدی کے رسمی سلسلے کو ایک تحریک احیائے دین کی شکل میں بدل دیا اور وہ کھل کر سامنے آنے لگے جو مدتوں سے دلوں کی بستیوں کے لیکن تھے۔

اس کے بعد تبلیغی دعووں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ جن میں شاہ صاحب ہی اکثر دین کا خالص مفہوم و دعوت حق کے تقاضے اور توحید خالص کو نکھار کر عوام کے سامنے پیش کرتے رہے۔ عموماً ہر جگہ شاہ صاحب نے عوام میں اور مولانا عبدالحی صاحب نے خواص میں دعوت حق کو پھیلا دیا۔ اور جو بائیں تجربوں کے اندر چھپ کر کہتے ہوئے بھی لوگوں کا زہرہ آب ہوتا تھا اب وہ بازاروں میں کہی جانے لگیں اور گلیوں میں پکاری جانے لگیں اور ہر صاحب گوش نے محسوس کیا کہ کرنے کا کام وہی تھا جس کی طرف اللہ کے یہ بندے دعوت دے رہے تھے۔

بعض علما سوچنے لگے کہ عدم فریضیت بوجہ خطرات جان کا فتویٰ دیا تو شاہ صاحب نے اپنے علم کی قوت سے اسے رد کیا اور عمل کی قوت سے سید صاحب کے ساتھ فریضہ حج ادا کر کے اس کی ناقابل تینس فریضیت کو ثابت و قائم کر دیا۔

حج سے واپسی کے بعد وہ مسلسل دعوت جہاد کے لئے وقف ہو گئے اور بالآخر ۱۸۲۶ء کو انہوں نے گھر بار اہل و عیال سب کچھ چھوڑ کر جہاد کے لئے ہجرت کی راہ اختیار کی پتے صحراؤں اور سنگلاخ چٹانوں پر سے گزرتے ہوئے وہ سب سے پہلے قافلے کے ساتھ سرحد پہنچے اور ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء کو جہاد کا آغاز کیا۔

انہوں نے سرحد کے مسلمانوں اور سرداروں کو سید صاحب کے ماتھے پر بیعت کر کے جہاد میں شرکت پر آمادہ کیا اور مسلسل یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ انہوں نے بار بار جہاد کی صف اول میں شرکت کی اور قبلے علم میدان جہاد کی گریبوں سے چھلنی ہوتی رہی۔ ان کی جوانمالی جہاد میں اللہ کی راہ میں زخمی ہوئی وہ اسے ہمیشہ انگشت شہادت کہتے رہے۔ انہوں نے اپنے امیر کی رفاقت میں مسلسل انیس جنگوں میں شرکت کی۔ پیہم اللہ کی راہ میں جان و مال کو قربان کیا۔ مصائب برداشت کئے اور مہنسی خوشی اپنی وہ مضطرب روح اپنے مالک کے حضور نذر کر دی۔ جسے وہ اس دن کے لئے لئے پھرتے رہے جو دن ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالا کوٹ کے میدان میں پیش آیا۔

ان کی پیشانی میں گولی لگی تھی ان کی داڑھی خون سے تر بہہ رہی اور وہ بہتے ہوئے گریبوں کی بوجھاڑ میں آگے بڑھتے چلے گئے کہ میں تو وہیں جاتا ہوں جہاں امیر المؤمنین ہیں۔